صلیبیوں اور صہیونیوں کی قرآن دشمنی

"پرانے جال' نئے ہتھکنڈے' بدلتے طریق واردات"

ایک جائزہ

——— پروفیسر حافظ احمد یار

اگر ہم اسلام کے سابقونِ اولون کے قبول اسلام کے واقعات پڑھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں جو عوامل لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت اور دعوت اسلام کی حقانیت اور صداقت کا قائل کر کے شرح صدر کے ساتھ دائرہ اسلام میں لانے کا موثر باعث بنے' ان میں سرفہرست دو عامل تھے۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور پاکیزہ کردار ——— دوسرا قرآن کریم کا بلند پایہ ادبی اسلوب اور اس کی فطری تعلیمات۔

اور عصر نبوت سے لے کر آج تک یہی دو عامل ——— محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن ——— سعید روحوں کو اسلام کی طرف لانے کا باعث بنتے رہے ہیں۔ اور اس حقیقت کی تصدیق آج بھی ایشیا اور افریقہ کے علاوہ یورپ اور امریکہ کے بہت سے پڑھے لکھے اشخاص کے قبول اسلام کے واقعات سے ہوتی ہے۔ (۱)

غالباً اسلام میں قرآن اور پیغمبر ﷺ کی اس مرکزی اہمیت کی بناء پر ہی دشمنان اسلام نے ہمیشہ ان دو ——— اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب ——— کو ہی اپنے معاندانہ شبہات و اعتراضات اور جاہلانہ تعصبات و خرافات کا ہدف بنایا ہے۔

عصر نبوت خصوصاً مکی دور میں معاصر کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور سیرت پر تو کہیں انگلی تک رکھنے کی پوزیشن میں نہ تھے کہ نبوت سے پہلے سب آپ کو صادق اور امین کا لقب دے چکے تھے۔ تاہم نبوت اور دعوت اسلام کے بعد انہوں نے

آنحضور ﷺ کو شاعر' کاہن' مسحور' مجنون' کذاب اور مفتری تک کہنے اور مشہور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ـــــ اور خود قرآن کریم کو اساطیر الاولین (دیو مالائی کہانیاں) کاہنانہ سجعات' شاعرانہ تخیلات و تعلیات اور خود ساختہ یا آموختہ افتراءات ہی سمجھتے اور کہتے رہے۔ بلکہ قرآن میں اپنی مرضی کی بعض تبدیلیوں کا مطالبہ کرنے کے علاوہ شعور و غوغا اور ہنگامہ آرائی کے ذریعے قرآن کی دعوت ـــــ بلکہ عبارت تک ـــــ کو لوگوں کے کانوں تک پہنچنے میں رکاوٹیں بھی ڈالتے رہے' پیغمبر خدا اور قرآن کے خلاف معاصر کفار کی ان معاندانہ باتوں اور مخالفانہ کوششوں کا ذکر خود قرآن کریم میں متعدد جگہ کیا گیا ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان ہی میں سے بہت سی باتیں ایسی ہیں جو گزشتہ چودہ سو برس سے دشمنان اسلام عبارات و الفاظ اور اسالیب بیان بدل بدل کر دہراتے چلے آئے ہیں۔

عہدِ نبوی کے اختتام تک اندرون عرب طاقتور یہودی قبائل اپنے اسلام دشمن سازشی کردار کے باوجود (بلکہ اسی کے باعث) مغلوب ہو چکے تھے اور اس وقت کی سب سے بڑی صلیبی حکومت ـــــ بزنطینی رومی امپائر ـــــ کے ساتھ جنگوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور آگے چل کر خلافت راشدہ کے آخر تک اس بزنطینی سلطنت کے بیشتر ایشیائی اور افریقی مقبوضات اسلامی حکومت (خلافت) کے زیرِ نگیں آگئے تھے اور بچی کچی بزنطینی (مسیحی) حکومت بھی دفاعی پوزیشن میں آگئی تھی ـــــ دوسری طرف ایران کی (مجوسی) شہنشاہیت (جو صدیوں بزنطینی سلطنت کے مدمقابل دوسری عالمی طاقت رہی تھی) کا بھی نام و نشان مٹ گیا اور اس کے تمام علاقے بھی اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔

اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام عرب سے نکل کر ایرانی (مجوسی) اور بزنطینی (صلیبی) سلطنتوں کے ان سابقہ مقبوضات (جو اب اسلامی مفتوحہ علاقے بنے) میں اس تیزی اور قوت سے پھیلا کہ جزیرہ نمائے عرب کے بعد یہی خطے آج تک مسلم اکثریت کے علاقے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مرکز چلے آتے ہیں۔

اسلام کے سیاسی غلبہ کے اس اولین دور میں مجوسی' مسیحی اور یہودی عناصر اسلام کے خلاف کسی جارحانہ اقدام سے عاجز رہ گئے تو ان میں سے بعض نے بظاہر اسلام کا لبادہ

اوڑھ کر' مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے نت نئے جال پھیلانا شروع کر دیئے' جن کا مقصد مسلمانوں کی صفوں میں سیاسی افتراق و انتشار کے بیج بونا تھا ـــــ جس کی ایک مثال (بظاہر نو مسلم) یمنی یہودی عبداللہ بن سبا کی وہ شیطانی چالیں تھیں' جن کے نتائج بالآخر خلافت راشدہ کے آخری دور میں مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

پھر جب اس افتراق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مختلف سیاسی گروہوں ـــــ شیعہ' سنی' خوارج وغیرہ ـــــ نے مذہبی فرقوں کی شکل اختیار کی تو اختلافات میں جذباتی شدت پیدا ہونے لگی ـــــ اور اس کے ساتھ ہی مختلف مذاہب و ملل کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے جو دانستہ یا نادانستہ' شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے سابقہ معتقدات و خیالات کے اثرات بھی ساتھ لائے اور یوں نئے فتنوں کے دروازے کھلنے کا سبب بننے لگے۔ مثلاً :ـــــ

مجوسی زندقیت اور باطنیت نے زیادہ تر قرآن کے متشابہات کی فتنہ انگیز تاویل کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے موزوں پایا۔ اور یہودی و مسیحی عناصر نے اپنے سابقہ "علم کتاب" کی آڑ میں قرآن مجید کے مجمل کی تفصیل کے لئے اسرائیلیات کو رواج دینا شروع کیا۔

اور باہم مخالف و متضاد نظریات کے حاملین نے اپنی اپنی تائید کے لئے اگرچہ عموماً قرآن ہی کی آیات سے دلائل ڈھونڈنے کے لئے ایک حرج سے تحریف معنوی کا سہارا لیا ـــــ تاہم حفاظت متن قرآن کا جو نظام بذریعہ حفظ قرآن عہد نبوت سے اور بذریعہ رسم قرآن عہد عثمانی سے قائم ہو چکا تھا ـــــ جس پر ابھی آگے کچھ مزید بات ہو گی ـــــ اس نظام کی وجہ سے ایسے لوگوں کے لئے ـــــ اپنے مزعومات کے مطابق ـــــ قرآن میں کسی قسم کی تحریف لفظی کی نقب لگانے کی گنجائش بلکہ امکان تک نہ تھا۔ اس لئے اس مقصد (تائیدی دلائل کے حصول) کے لئے ایسے عناصر پیغمبرؐ اور صحابہؓ کی طرف منسوب روایات بھی گھڑنے لگے' یعنی وضع حدیث کا کام بھی شروع ہو گیا۔

نئے مسلمان ہونے والے لوگوں میں زیادہ تر عربی زبان کی اس مہارت اور طبعی

ذوق سے محروم تھے جو قرآن کے مخاطبین اولین کا طرۂ امتیاز تھا۔ عربی زبان کے اس "نیم پختہ" علم کی وجہ سے اور اپنے اندر کے پوشیدہ فساد انگیز جراثیم کے زیر اثر نصوص کے صحیح فہم سے قاصر رہ کر یا تو ان نصوص پر اعتراض کرنے لگے اور یا پھر ان نصوص کو من مانے معنی پہنانے لگے۔

اس طرح مختلف اسباب و عناصر اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے ـــــ بلکہ دین کی اصل بنیاد یعنی خود قرآن کریم کو طعن و تشکیک کا ہدف بنانے کی راہ ہموار کرنے لگے۔

اور اگرچہ علمائے حق کی ایک کثیر تعداد نے ہمیشہ ایسے لوگوں کی مفسدانہ تاویلات' موضوع روایات' ہر قسم کے اعتراضات و شبہات اور باطل مزعومات کے عقلاً نقلاً مدلل علمی اور کافی و شافی جواب دے کر اتمام حجت کر دیا ہے [۲] تاہم فلسفہ کذب و افتراء اور فن افواہ سازی کے اس اصول کے تحت کہ "بکثرت جھوٹ پھیلاؤ۔ ہر ایک جگہ اور ہر ایک کے آگے پھیلاؤ۔ تمہارے جھوٹ کو باور کرنے والے کچھ لوگ مل ہی جائیں گے' ورنہ کم از کم سچ اور حقیقت کے بارے میں شک و شبہ تو ضرور پیدا ہو گا"۔ ویسے بھی بقول کسے "جھوٹ آدھی دنیا کا سفر طے کر لیتا ہے جبکہ سچ ابھی تسمے باندھ رہا ہوتا ہے" ـــــ اس اصول کے تحت دشمنان اسلام و قرآن ہمیشہ ایک ہی قسم کی باتوں کو بار بار اور بکثرت تکرار کے ساتھ نت نئی مغالطہ آمیزی (fallacy) اور وسوسہ انگیز دلیل بازی (sophistery) کے ذریعے کم علم اور ضعیف الایمان لوگوں کو ذہنی خلفشار اور نفسیاتی قلق و اضطراب میں مبتلا کر کے راہ حق سے گمراہ کرتے چلے آئے ہیں جس کا کچھ تذکرہ آگے آئے گا (اور دراصل تو یہی ـــــ تذکرہ اور جائزہ ہی ـــــ زیر نظر سطور کا مقصد تحریر ہے)۔

مختلف سیاسی گروہ بندیوں اور دیگر عوامل کی وجہ سے (جن کی طرف ابھی اوپر اشارہ کیا گیا ہے) امت میں فتنہ و گمراہی اور سازشوں کے نت نئے دروازے کھل جانے کے باوجود ـــــ ابتداء میں اسلامی حکومت اور معاشرے کے دبدبے کی وجہ سے (کم از کم پہلی صدی ہجری کے آخر تک) کسی کو قرآن پر کھلم کھلا زبان طعن کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر جب ایسے حکمران آئے جن کی ترجیحات میں کرسی یا اقتدار کو اولیت اور دین و

قرآن کو ثانوی حیثیت دی جانے لگی تو قرآن پر طعن کرنے والوں کے حوصلے بڑھنے لگے۔ غالباً قرآن کریم پر کھلم کھلا زبان طعن دراز کرنے والا پہلا شخص الجعد بن درھم (ت ۱۲۴ھ) تھا جو آخری اموی خلیفہ مروان الحمار (ت ۱۳۲ھ) کا اتالیق بھی رہ چکا تھا اور کچھ عرصہ عراق کا گورنر بھی رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص طالوت نامی کسی یہودی کی صحبت بد سے متاثر تھا اور اس کی گمراہیوں میں سے نمایاں بات یہ تھی کہ اس نے قرآن کے معجزہ ہونے کا انکار کیا اور کہا قرآن جیسی کتاب (بلحاظ زبان و اسلوب) لکھنا ناممکن نہیں۔ {۳}

عباسی دور میں تفرقہ اور فرقہ واریت بہت بڑھ گئی اور کلامی تنازعات کی گرمی انتہا کو چھونے لگی۔ امت کئی فرقوں میں تو بٹ ہی گئی تھی' ہر فرقہ میں سے بھی متعدد گروہ فرقہ در فرقہ کی صورت میں برآمد ہوئے۔ مثلاً معتزلہ کے تیس کے قریب گروہ' شیعہ کے بائیس کے قریب گروہ اور خوارج کے سات سے زیادہ گروہ بن گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک گروہ دوسرے فرقوں کے علاوہ خود اپنے ہی فرقہ کے دوسرے گروہوں کی تکفیر بھی کرتا تھا۔ ان فرقوں اور ان کے گروہوں کے بارے میں تفصیلات "الملل والنحل" کی قسم کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ان مختلف گروہوں اور فرقوں نے اپنی اپنی اغراض کے لئے قرآن کریم کو بھی طعن و تشکیک کا نشانہ بنایا۔ مثلاً شیعہ کے بعض غالی گروہوں نے قرآن میں تبدیل و تحریف اور کمی یا زیادتی کی باتیں کیں {۴} اور جن کا بہت سے اہل علم امامیہ نے انکار کیا ہے {۵}۔ خوارج کا ایک گروہ (جن کو عجاردۃ کہتے ہیں) سورۂ یوسف کو قرآن کا حصہ تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس طرح بعض ملاحدہ اور اہل زیغ کو قرآن کریم میں "لحن" (لغوی یا نحوی اغلاط) اور بعض کو کاتبوں کی "لغزشیں" نظر آنے لگیں ـــــ اور اس مقصد کے لئے ایسی خود ساختہ روایات تراشی اور پھیلائی گئیں جو آج تک دشمنان قرآن کے لئے نمونہ اور سہارا چلی آتی ہیں {۶}۔

قرآن کریم میں طعن و تشکیک کی ان ساری کوششوں اور روایتوں کی اشاعت کے باوجود کسی فرقے یا گروہ کو اپنی دل خوش کن روایات اور مزعومات کے علی الرغم اپنا الگ

نسخہ قرآن (مصحف) تیار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی' حالانکہ اس وقت عالم اسلام چین سے اندلس (سپین) تک اور کوہ قاف (کاکیشیا) سے بحرہند کے ساحلوں تک پھیل چکا تھا اور بعض خاص علاقوں میں بعض خاص فرقے واضح اکثریت میں تھے' مثلاً عمان (مشرقی عرب) میں ہمیشہ خوارج کا زور رہا ہے اور ایران کے بیشتر علاقوں میں ہمیشہ شیعہ اکثریت رہی ہے۔ اور اس زمانے میں اگر کسی دور افتادہ علاقے میں کوئی الگ اور مختلف نسخہ قرآن تیار کر دیا جاتا تو دور دراز کے اسلامی علاقوں پر ـــــ اس زمانے کے وسائل اطلاعات و مواصلات کے مطابق ـــــ تو شاید خبر بھی نہ ہو سکتی۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ کسی فرقے یا گروہ کو اپنے مزعومات (اگر کچھ تھے بھی) کے مطابق اپنا کوئی الگ نسخہ قرآن تیار کرنے کی جرات نہ ہوئی یا خیال تک نہ آیا۔ اور بفحوائے آیت قرآنی "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" یہ بات قرآن کریم کے منجانب اللہ محفوظ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

اور یہ قرآن کریم کا ایک زندہ اور دائمی معجزہ ہے کہ امت میں اتنے اور ایسے فرقوں کے ہوتے ہوئے جن میں باہمی تکفیر کی حد تک نفرت اور عناد موجود تھا ـــــ اور جن میں سے بعض تو قرآن کریم کی صحت اور حفاظت تک کے بارے میں طعن و تشکیک پر مبنی روایات و حکایات کے علمبردار بھی تھے ـــــ ایسے حالات میں تو بقول "الرافعی" قرآن کریم کی کوئی آیت بلکہ لفظ بھی تحریف و تبدیل سے بچ نہ سکتا' چہ جائیکہ پوری امت اور اس کے (باہم متخاصم اور متنازع) تمام فرقے ـــــ ایک ہی خدا اور ایک ہی آخری رسول (ﷺ) کی طرح ـــــ ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ایک ہی قرآن پر متفق اور متحد چلے آتے ہیں {۷} ـــــ اور اس حقیقت کا قائل بعض غیر مسلم مستشرقین کو بھی ہونا پڑا ہے {۸}۔

قرآنی نص (text) کی اس لاجواب اور بے مثال توثیق و توحید (صحت اور وحدت) کا سبب وہ بے خطا (fool proof) اور خودکاری کی حد تک (automatic) جامع اور مربوط نظام حفاظت ہے جس کی بنیاد تین بیک وقت (simaltaneous) جاری اور نافذ العمل اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ یعنی (۱) حفظ (یاد کر لینا) (۲) کتابت (لکھ لینا) اور

(۳) اس محفوظ و مکتوب کی مسلسل تلاوت (پڑھتے رہنا)[۹] ـــــ اور کسی بھی عبارت یا کتاب کی صحت و حفاظت کی اس سے بڑی ضمانت اور گارنٹی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے یاد بھی کر لیا جائے' لکھ بھی لیا جائے اور اس کا مسلسل پڑھنا بھی جاری رہے۔ اور صرف قرآن کریم ہی کے بارے میں یہ سہ گانہ نظام حفاظت موجود ہے۔

قرآن کریم دنیا بھر کی واحد دینی کتاب ہے جو بتمامہ مکمل یعنی پوری کی پوری کتاب حفظ اور زبانی یاد کر لینے کا قریباً پیشہ ورانہ نظام (guild) کی طرح کا وسیع رواج بطور ایک مستقل ادارہ (institution) کے قائم چلا آتا ہے ـــــ اور یہی وجہ ہے کہ متن قرآن کی صحت کے بارے میں محض تحریر اور کتابت پر کبھی اعتماد نہیں کیا جاتا' بلکہ اصل اعتماد ہمیشہ حفظ اور استظہار قلب (memorization) پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مکتوبہ (یا مطبوعہ) نسخہ قرآن کی صحت کی پڑتال ہمیشہ حفاظ سے ہی کرائی جاتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ حفاظت قرآن کا ـــــ حفظ' کتابت اور تلاوت پر مشتمل ـــــ یہ سہ گانہ نظام عہد نبوت سے ـــــ بلکہ ابتدائے نبوت اور آغاز وحی سے ـــــ شروع ہوا۔ ہر نئی وحی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے خود حفظ کر لیتے تھے ـــــ اس کے بعد اسے آگے لکھانے' پڑھانے اور حفظ کرانے کا کام چلتا تھا۔ جو صحابہؓ آنحضرت ﷺ سے براہ راست بذریعہ تلقی و سماع (سن کر سیکھ لینا) قرآنی وحی کو یاد کر لیتے یا لکھ لیتے تھے وہ پھر آگے اسے اپنے حلقے (احباب یا اہل و عیال) میں اسی طرح آگے پھیلاتے۔ بعض دفعہ آنحضرت (ﷺ) خاص صحابہ کو اس کام پر مامور فرما دیتے تھے' جس کی ایک مثال حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کو قبل از ہجرت تعلیم قرآن کے لئے مدینہ بھیجنا ہے۔ بعد از ہجرت مدینہ میں نووارد مسلمانوں کو (بذریعہ کتابت و حفظ) قرآن سیکھنے کے لئے حفاظ صحابہ کے ذمے لگا دیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ آنحضرت (ﷺ) صحابہ سے حفظ کردہ قرآن خود بھی سنتے تھے۔ بعض صحابہؓ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ نے' آنحضرت (ﷺ) کے سامنے کئی دفعہ قرآن پڑھا[۱۰] اور جب آخر پر عرب کے مختلف قبائل اور علاقوں پر اسلام پھیلا تو سب سے پہلے وہاں معلم قرآن صحابہ بھیجے جانے لگے۔

اور اس کے ساتھ ہی سب مسلمانوں کو نمازوں کے اندر اور نمازوں سے باہر بھی قرآن کی بقدر استطاعت باقاعدہ اور روزانہ تلاوت کا حکم تھا۔ پھر عام روزانہ ـــــ اور رات دن گھر اور مسجد میں ـــــ بکثرت تلاوت کے علاوہ (جس کا عالم یہ تھا کہ مسجد نبوی کے علاوہ مسلمانوں کے گھروں میں سے تلاوت قرآن کی گونج اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند ارتعاش کی آواز سنائی دیتی تھی) یہ بھی ثابت ہے کہ بعض صحابہ ایک دن میں ـــــ اس وقت تک نازل شدہ ـــــ پورا قرآن ختم کر لیتے تھے۔ جس کی بناء پر آنحضرت (ﷺ) کو یہ حکم دینا پڑا کہ کوئی فرد واحد تین یا پانچ دن سے کم میں ختم قرآن مکمل نہ کرے۔

اس کے علاوہ رمضان المبارک میں پورے قرآن کا اعادہ اور حفظ قرآن کی صحت کی پڑتال اور چیکنگ کا عمل بھی عہد نبوی سے ہی شروع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر رمضان میں ـــــ اس وقت تک کے نازل شدہ ـــــ تمام قرآن کا جبریلؑ کے ساتھ عرضہ (دورہ) اور زندگی کے آخری رمضان میں دو دفعہ دورہ کیا' (جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے ـــــ اور جس میں مشہور صحابی زید بن ثابتؓ ـــــ جو خود بھی حافظ قرآن تھے ـــــ آپ کے ساتھ شامل تھے)۔ یہ سب باتیں تواتر سے ثابت ہیں۔

اس آخری عرضہ سے قریباً پانچ ماہ بعد آپؐ کی وفات ہوئی اور اس عرصے میں قرآن کا بہت کم حصہ نازل ہوا ـــــ اور اس مدت میں آپ ـــــ بلکہ زید بن ثابتؓ بھی اسی آخری عرضہ کے مطابق ہی قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔ اور یقیناً بہت سے دیگر حفاظ صحابہ نے بھی اپنا علم قرآن تازہ (up-to-date) کر لیا ہو گا ـــــ اور اسی بناء پر آگے چل کر عہد صدیقی میں جمع و تدوین قرآن کا کام اور پھر عہد عثمانی میں مصاحف عثمانی کی تیاری کا کام زید بن ثابتؓ سے ہی کرایا گیا۔ اور صحیح قراءات کی تعیین میں بھی عرضہ اخیرہ کی قراءت کو ترجیح دی گئی' جیسا کہ آگے ذکر ہو گا۔

اور پھر عہد نبوت سے لے کر آج تک دنیا بھر کے اسلامی ممالک اور معاشروں میں حفاظت متن قرآن کا یہی (روزانہ اور) سالانہ عمل پورے ذوق و شوق سے جاری چلا آتا ہے ـــــ بلکہ چونکہ مسلمانوں کے لئے قرآن کی کتابت اور تلاوت کی طرح حفظ قرآن

بھی فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کسی بستی یا علاقے میں کوئی آدمی بھی قرآن حفظ نہیں کرتا تو سب گنہگار ہوں گے) ـــــ اور اس (حفظ قرآن) کا مقصد تواتر روایت کا تسلسل اور تحریف و تبدیل سے حفاظت ہے ـــــ اس لئے نزول قرآن کی ابتداء سے لے کر آج تک غالباً کوئی وقت ـــــ دن یا رات ـــــ کم از کم عالم اسلام میں ایسا نہیں گزرا جس میں قرآن کریم کی کتابت' حفظ اور تلاوت کا کام جاری نہ رہا ہو۔

دنیا کی کسی مذہبی کتاب کی اس طرح باقاعدہ سالانہ مکمل دوہرائی (اعادہ) ـــــ بذریعہ حفظ تو کجا بذریعہ تلاوت و قراءت بھی ـــــ نہیں کی جاتی' جب کہ قرآن کریم کی خاطر سال کا پورا ایک مہینہ (رمضان) اس کام (مکمل اعادہ بذریعہ حفظ) کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔

حفاظت قرآن کے اس نظام کی بدولت کتابت مصاحف میں کسی تحریف یا دانستہ تبدیلی کے عدم امکان کے باوجود[۱۱] نادانستہ اور سہواً کسی املائی غلطی کے بشری امکان کو تو رد نہیں کیا جا سکتا' لیکن کتابت مصاحف میں اس قسم کی کوئی اتفاقیہ غلطی بھی کبھی زیادہ عرصہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی ـــــ اور اسی لئے مسلم معاشروں میں یہ بات ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ "کوئی نسخہ قرآن (مصحف) اغلاط سے یکسر مبرا اور خالی نہیں ہوتا مگر قرآن کبھی غلط نہیں پڑھا جاتا" ـــــ اور پھر یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس کی روزانہ تلاوت لاکھوں بلکہ کروڑوں ایسے ناظرہ خواں مسلمان بھی کرتے ہیں جو خود اپنی زبان میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ـــــ اور خود حفاظ قرآن میں سے بھی خاصی بڑی تعداد اس قسم کے "ناخواندہ" بلکہ بسا اوقات "نابینا" لوگوں کی ہوتی ہے جن کی زبانوں پر قرآن صحت قراءت کے ساتھ جاری رہتا ہے۔

اور خود قرآن کریم کی اس ناظرہ خوانی (Visual lection) کی تدریس اور تعلیم کی نگرانی کا کام بھی زیادہ تر حفاظ قرآن ہی کرتے ہیں۔ اور اس عمل کے ذریعے زیر تلاوت مصاحف کی تصحیح کتابت کا کام بھی خود بخود جاری رہتا ہے ـــــ جب کہ حفظ قرآن میں حفاظ کی ممکنہ غلطیوں کی تصحیح کا کام ہر سال دوران رمضان (قرآن سننے سنانے

سے) تکمیل پذیر ہوتا رہتا ہے۔

اور یوں حفظ' کتابت اور تلاوت کے اس مسلسل اور متواتر عمل کی بدولت قرآن کریم کو ابتداء سے لے کر آج تک بلکہ تاقیامت ابدی حفاظت کی ایسی ضمانت اور گارنٹی حاصل ہو گئی ہے جس کے سامنے کمپیوٹر بھی ہیچ ہے۔ آج اگر بفرض محال کسی آفت کی وجہ سے دنیا بھر کے ہر ایک مذہب کی بنیادی دینی کتاب کے تمام کے تمام نسخے تلف اور نیست و نابود ہو جائیں یا کر دیئے جائیں ـــــ تو قرآن اور صرف قرآن ہی کے بارے میں یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ صرف ایک نہیں بلکہ ـــــ مراکش سے انڈونیشیا تک ـــــ متعدد اور مختلف ملکوں میں بے شمار ایسے لوگ (حفاظ) مل کر دنوں یا ہفتوں کے اندر ہر طرح سے مکمل مصاحف (قرآنی نسخے) تیار کر لیں گے' بلکہ ایسے نسخے رسم و ضبط کی صحت کے ساتھ غالباً ایسے تمام مستند اختلافات قراءات کے بھی (جن کا ذکر ابھی ہو گا) آئینہ دار ہوں گے' کیونکہ جس اسلامی ملک میں جو خاص قراءت متداول ہے اس کے حفاظ بھی بکثرت موجود ہیں۔

اور یہاں اس ـــــ بظاہر تعجب انگیز ـــــ حقیقت کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حفاظت متن قرآن ـــــ بذریعہ حفظ و کتابت و تلاوت ـــــ کے اس حیرت انگیز حد تک مربوط نظام میں قراءات کے بعض اختلافات اور تنوعات بھی عہد نبوی سے قائم اور شامل چلے آتے ہیں' جن کی اصل تو بتواتر ثابت حدیث "احرف سبعة" ہے (جس پر مفصل بحث علم القراءات کا موضوع ہے) اور بلحاظ نوعیت ان اختلافات قراءات میں سے بعض کا تعلق کلمات کی بناء و اشتقاق کے (صرفی و نحوی) تغیرات سے بھی ہوتا ہے اور زیادہ تر کا تعلق نطق و تلفظ کی خصوصیات' لہجاتی امتیاز اور طریق ادا سے ہوتا ہے۔

یہ ثابت ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے بہت سے کلمات کو ایک سے زائد صورت میں پڑھا ہے [۱۲] جس سے صوتی (لہجاتی) اور معنوی تنوع پیدا ہوتا ہے۔ مزید برآں آپ نے احرفِ سبعہ والے اصول کے تحت ہی سہولت کی غرض سے مختلف قبائل کو اپنے اپنے لہجات (dialects) کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت دی۔ اور اسی نبوی تعلیم اور نبوی اجازت کے باعث عہد نبوی ﷺ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم

کے انفرادی طور پر تیار کردہ مصاحف میں اس قسم کے اختلافات قراءات موجود تھے جو آگے ان صحابہ کے تلامذہ میں منتقل ہوئے۔

پھر جب اسلامی فتوحات کی وسعت کے ساتھ اصل تعلیم کردہ متنوع قراءات کے ساتھ' اجازت یافتہ تنوعات اور بعض دیگر اسباب (مثلاً نو مسلم عناصر کی جہالت یا فساد نیت وغیرہ) کی بناء پر یہی اختلافات قراءات اغلاط اور نزاع کی صورت اختیار کرنے لگے [خیال رہے کہ خود صحابہ ؓ آنحضرت (ﷺ) کی تعلیم کے مطابق اس قسم کے اختلافات پر جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر آج قراءت حفص (جو زیادہ رائج ہے) کے مطابق قرآن پڑھے کسی آدمی کے سامنے کوئی قاری کسی دوسری مستند قراءت مثلاً ورش' قالون یا الدوری (جن کی قراءات مختلف افریقی ممالک میں متداول ہیں) وغیرہ کی قراءات کے مطابق تلاوت کرے تو کوئی اہل علم تو اسے غلط نہیں کہے گا مگر کسی کم علم آدمی کا ردعمل ناگوار ہو سکتا ہے] تو حضرت عثمان ؓ کے زمانے میں ـــــ آنحضرت ﷺ کی وفات سے صرف پندرہ برس کے اندر {۱۳} مشہور صحابی حذیفہ ؓ بن الیمان کی تجویز پر ـــــ اور بقول شیعہ حضرت علی ؓ کے مشورے پر {۱۴} اور صحابہ کے جم غفیر کے اجماع سے ـــــ اور آنحضرت (ﷺ) سے براہ راست یا آپ کی زندگی میں مکمل قرآن حفظ کر لینے والے ماہرین اور اصحاب اختصاص کی ایک کمیٹی کی نگرانی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ عرضہ اخیرہ میں شامل ہونے والے صحابی حضرت زید بن ثابت (جو عہد نبوی میں کتابت وحی کا کام کرنے کے علاوہ عہد صدیقی میں حفظ و کتابت کی مدد سے ترتیب تلاوت کے مطابق قرآن کریم کی بصورت مصحف جمع و تدوین کے بھی انچارج رہے تھے) کے ہاتھوں ـــــ اور مصحف صدیقی ہی کی روشنی میں ـــــ سات یا آٹھ مصاحف (نسخہ ہائے قرآن) تیار کرا کر تمام اہم مرکزی اسلامی شہروں میں بھجوائے گئے۔ بلکہ ہر ایک مصحف کے مطابق پڑھانے اور شفوی (زبانی) تعلیم دینے کے لئے ایک ایک حافظ قرآن معلم بھی بھیجا گیا ـــــ اور اس وقت سے آج تک دنیا بھر میں متداول مصاحف ان مصاحف عثمانی ہی سے بذریعہ حفظ و کتابت نقل در نقل ہوتے چلے آتے ہیں {۱۵}۔

ان مصاحف عثمانی میں (جن کی تیاری کا قصہ انتہائی اختصار کے ساتھ اوپر مذکور ہوا ہے) قراءات کے تمام مستند بالتواتر اور عرضہ اخیرہ میں ثابت اختلافات اور تنوعات کو شامل کر لیا گیا تھا جس کے لئے بیشتر مختلف فیہ کلمات کو تو ایک مخصوص محتمل القراء تین طریق املاء کے مطابق لکھا گیا۔ اور جن کلمات میں ایسا ممکن نہ تھا ان کو کسی مصحف میں ایک قراءت کے مطابق اور کسی دوسرے مصحف میں دوسری قراءت کے مطابق لکھا گیا۔ اور ان تمام مصاحف میں اختیار کردہ طریق املاء کو رسم عثمانی یا رسم مصحف کہا جاتا ہے۔

اس رسم کی بنیاد صحابہؓ کی اکثریت سے بتواتر ثابت قراءات ہی تھیں۔ یعنی قراءات اصل اور رسم اس کے تابع تھا اور اشتمال قراءات کی بناء پر اس رسم کو نقط و شکل (اعجام و حرکات) سے خالی رکھا گیا تھا--- تاہم اس رسم کا پڑھنا محض لغوی و نحوی امکانات پر نہیں چھوڑ دیا گیا تھا بلکہ اسے قرآن کریم کی عہد نبوی سے رائج شفوی (زبانی) تعلیم ـــــ بذریعہ تلقی و سماع ـــــ اور صرف سنت سے ثابت قراءات کے تابع کر دیا گیا تھا۔ اور ہر مصحف (نسخہ) کے ساتھ ایک قاری معلم بھی اسی لئے بھیجا گیا تھا۔ اور ان ہی معلم قراء کے ذریعے مختلف شہروں میں مستند اختلافات قراءات میں سے ـــــ کہیں ایک قراءت اور کہیں دوسری قراءت کا رواج ہوا۔ یوں اس رسم کی بدولت اور اس کی تعلیم کو ثابت بالسند قراءات کا پابند کر دینے سے اختلافات قراءات محدود ہو گئے۔

یوں احرف سبعہ کے تحت اجازت یافتہ ـــــ یا بعض صحابہ کے انفرادی طور پر تیار کردہ مصاحف کی بناء پر تعلیم کردہ ـــــ یا دیگر اسباب کے نتیجے میں پیدا شدہ تمام غیر مستند اور غیر معتمد علیہ قراءات کو صحابہ کے اجماعی فیصلے سے 'بطور قرآن لکھنا پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا۔ تاہم مصاحف عثمانی کی تیاری سے قبل تک رونما ہونے یا رواج پانے والی یا بعض صحابہ کے انفرادی مصاحف میں وارد مگر بلحاظ اجماع ضعیف اور شاذ قراءات کو بھی بعض دوسرے مقاصد مثلاً تفسیری 'لغوی اور نحوی اغراض کے لئے استعمال کرنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اور ان اغراض کے لئے امت کے اہل علم ہمیشہ ان قراءات کا ذکر اپنے اپنے فن کی کتابوں میں کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے کہ خبرِ واحد ہونے (اور لہٰذا

قرآن سے خارج ہونے) کے باوجود ان میں لغت و ادب اور صرف و نحو کے نقطۂ نظر سے ایک قوت استشہاد موجود ہے۔ بلکہ قراءات (اور اس کے نتیجے میں) کتابت کے ان تمام اختلافات کی بلحاظ سند (اس لئے کہ ان کی بنیاد روایت ہی ہے اور روایت کی قوت یا ضعف اسناد پر منحصر ہوتا ہے) دقت نظر کے ساتھ درجہ بندی (مثلاً متواتر' مشہور' ضعیف اور شاذ بلکہ موضوع تک کی صورت میں) کرلی گئی ہے۔

قوت سند اور تواتر روایت سے ثابت شدہ اختلافات و تنوعات ـــــ جن کو صحابہ کے جم غفیر کے اجماع سے صحیح قرآنی قراءات کا درجہ دیا گیا ـــــ اور جو مصاحف عثمانی میں شامل تھیں ـــــ اور جو اس وقت سے آج تک مصاحف (نسخہ ہائے قرآن) میں لکھی پڑھی جاتی ہیں۔ ایسی تمام قراءات حفظ قرآن کے لحاظ سے نمایاں طور پر نامور صحابہ اور تابعین کے تلامذہ میں سے حجاز' عراق اور شام (جہاں مصاحف عثمانی کے ہمراہ قاری معلمین بھیجے گئے تھے) کے منتخب' معروف اور مستند ترین قراء کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں' جنہوں نے زندگی بھر صرف قراءات کی تعلیم و تعلم کو ہی اپنا اختصاص (specialization) بنایا (اور دیگر علوم مثلاً حدیث و فقہ وغیرہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے) اور جن کے کثیر التعداد اساتذہ اور تلامذہ کے وسیع سلسلے مشہور و معروف ہیں۔ ایسی تمام قراءات ان نامی قراء کے ناموں کی نسبت سے (جو نسبتِ اختصاص ہے نہ کہ نسبت ایجاد) باہم متمیز اور منتخب و ممتاز قراء کی تعداد کی مناسبت سے بلحاظ عدد القراءات السبع (سات قراءات) کہلاتی ہیں اور ان میں مزید مشہور قراء کے اضافے سے مستند قراءات کی تعداد دس (القراءات العشر) بھی شمار ہوتی ہے اور یہ تمام قراءات حفظ و کتابت قرآن میں مستعمل اور متداول ہیں[۱۶]

اور یہ بات خصوصاً قابل ذکر ہے کہ جس طرح مختلف فرقوں کے باوجود قرآن کریم ہر طرح کی تحریف سے محفوظ رہا' اسی طرح ـــــ بلکہ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان سات یا دس قراء کے مستند اختلافات' جو ان قراء کے چوٹی کے تلامذہ سے روایات (کی تدوین بصورت کتب قراءات) کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ ایسے تمام قراءاتی اختلافات و تنوعات بھی امت کے تمام فرقوں کے نزدیک مسلم اور معتبر ہیں۔ مثلاً شیعہ

بھی (جن کا کردار اسلام میں ہمیشہ نمایاں منفی اپوزیشن گروپ کا رہا ہے) کے نزدیک بھی یہی قراءاور ان کی قراءات مستند ہیں {۱۷}۔

اور امت کے اہل علم جس طرح قرآن کریم کے ان تمام مسلمہ و مستند اختلافات قراءات سے بخوبی واقف ہیں جو عہد نبوی سے ثابت ہیں اور جن کو مصاحف عثمانی کے رسم میں شامل کر لیا گیا تھا اور جو بعد میں سات یا دس مشہور قراء کی نسبت سے مدون کر لی گئیں' اسی طرح اہل علم مسلمان ان تمام بلحاظ سند ضعیف (اور لہٰذا بطور قرآن متروک) اختلافات قراءات کے وجود سے بھی آگاہ ہیں جو مختلف اسباب کی بناء پر مصاحف عثمانی کی تیاری سے پہلے تک رواج پا چکی تھیں' بلکہ جن کا وجود ہی مصاحف عثمانی کی تیاری کا باعث بنا ـــــ اور یوں اس لحاظ سے بھی قرآن کریم دنیا بھر کی واحد دینی کتاب ہے جس کی عبارات میں اگر کسی بھی کلمہ کے تلفظ یا املاء میں کوئی بھی (مستند یا غیر مستند) اختلاف ہوا ہے تو اس کا بھی مکمل ریکارڈ موجود ہے {۱۸} اور اس ریکارڈ کی بلحاظ ثقاہت اور استناد درجہ بندی بھی کر لی گئی ہے۔

کتب قراءات کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ سات (یا دس) مسلمہ اور متداول قراءات کے اختلافات (جو بلحاظ نوعیت کلمات کی بناء اور اعراب سے لے کر ان کے نطق اور طریق اداء تک پر مشتمل ہیں) قرآن کریم کے بارہ سو (۱۲۰۰) سے زائد کلمات کے بارے میں واقع ہوئے ہیں {۱۹} جب کہ ان مسلمہ قراءات سے خارج اختلافات (جو آحاد و شواذ پر مشتمل ہیں) قرآن کریم کے دس ہزار سے زائد کلمات (اور مقامات) کے بارے میں بیان ہوئے ہیں {۲۰} اور ان مختلف فیہ کلمات کی اتنی زیادہ تعداد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں سے متعدد کلمات قرآن کریم میں بکثرت تکرار کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ صرف سورۃ الفاتحہ کی مثال لیجئے' اس میں معروف و مستند سات یا دس قراءات کے مطابق کل چار کلمات کے بارے میں اختلاف قراءت ہے' جبکہ متروک القراءۃ اختلافات (آحاد و شواذ) انیس کلمات کے بارے میں مذکور ہیں۔ پھر بعض دفعہ ایک ہی کلمہ کی متعدد (مقبول یا مردود) قراءات آئی ہیں۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ ہی میں سات یا دس مسلّمہ قراءات کے مطابق لفظ "مٰلِكِ" کی دوسری صحیح ثابت بالسنہ قراءت تو "مَلِكِ" ہے' جبکہ خارج

ازبعہ قراءت (آحاد و شواذ) کے مطابق صرف اسی ایک کلمہ (مالک) کی پندرہ مزید صورتیں بیان ہوئی ہیں۔

اور یہی وہ کثیر الاختلافات قراءات تھیں جو مصاحف عثمانی کی تیاری سے پہلے مصاحف میں بطور قرآن پڑھی جاتی رہیں {۲۱} اور جن میں غلط اور صحیح قراءات خلط ملط ہونے لگی تھیں اور جن پر کم علم عامتہ الناس جھگڑنے لگے تھے۔ مصاحف عثمانی میں سند کی قوت کی بناء پر ثابت تمام صحیح قراءات کو رسم المصحف کے ذریعے (ایک ہی یا متعدد مصاحف میں) شامل کر لیا گیا۔ تاہم چونکہ اس رسم کو پھر بھی (بوجہ عدم نقط و اعجام) غلط بھی پڑھے جانے کا امکان موجود تھا اس لئے اس کا پڑھنا (ساتھ بھیجے گئے) قاری اساتذہ کی شفوی تعلیم کے ذریعے تابع سنت کر دیا گیا۔ جو آگے چل کر بذریعہ ضبط (حرکات) مزید متعین ہو گیا۔ تاہم قرآن کی درست قراءت و تلاوت کی تعلیم کے لئے استاد کی شفوی تعلیم ہمیشہ ناگزیر سمجھی گئی ہے' کیونکہ قراءت و تجوید (خصوصاً طریق نطق و اداء) میں کئی چیزیں ایسی ہیں جو بذریعہ تحریر و کتابت بیان ہی نہیں کی جا سکتیں' بلکہ ان کی تعلیم و تفہیم صرف استاد کی شفوی تعلیم سے ہی ممکن ہے' مثلاً روم' اشمام و اختلاس' امالہ' تفخیم' ترقیق' تسہیل اور بین بین وغیرہ۔

اس طرح مصاحف عثمانی کے ذریعے صحت قراءت کی بنیاد "رسم کی موافقت" اور "سند کی قوت" کو قرار دیا گیا جس سے ایک تیسری بنیاد "عربیت" (لغوی نحوی درستی) خود بخود حاصل ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ (اور ان کی قائم کردہ کمیٹی) کا مقصد تمام مختلف قراءات (غلط یا صحیح) کو ختم کر کے صرف ایک ہی قراءت (اور طریق نطق و اداء) کو رائج کرنا نہیں تھا اور ایسا کرنا ان کے بس سے باہر اور ناممکن بھی تھا ـــــ اس لئے کہ بعض اختلاف قراءات تو عہد نبوی بلکہ تعلیم نبوی سے ثابت تھے۔ حضرت عثمانؓ کا اصل کام امت کو قرآن کریم کے لئے ایک ہی طریق املاء (رسم) پر جمع کرنا تھا ـــــ اور اسی لئے یہ مجمع علیہ رسم آج تک (رسم عثمانی) بھی کہلاتا ہے ـــــ اور یہی رسم تمام مستند اختلافات قراءات کا جامع بھی تھا ـــــ اور اسی لئے آج تک کتابت مصاحف میں اسی طریق املاء (رسم المصحف یا رسم عثمانی) کی بھی ایسی تدقیق اور تحقیق کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے کہ

اس میں کسی نبرہ (دندانہ) تک کی کمی بیشی نہیں کی جاتی۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا مستند یا غیر مستند قراءات کے علاوہ بھی ـــــ تفسیر اور لغات و اعراب کی کتابوں میں متعدد مقامات پر کسی قرآنی لفظ یا عبارت کی بحث میں اکثر یہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر اس پر (لفظ یا عبارت) کو یوں (یعنی ایک دوسرے طریقے پر) پڑھا جائے تو بھی بلحاظ عربیت بالکل درست ہو گا (اور معنی میں بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا) ـــــ مگر ایسا کیا نہیں جاتا اور نہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ قراءات کی بنیاد تو روایت سنت اور قوت سند پر ہے (نہ کہ لغوی نحوی امکانات پر) ـــــ حتیٰ کہ اگر کوئی لفظ خود قرآن کریم میں (بلحاظ قراءت و کتابت) دو طرح آیا ہے تو بھی جہاں جس طرح آیا ہے وہاں اسی طرح لکھا اور پڑھا جائے گا ـــــ مثلاً "یَنَذَ کَّرُوْنَ" کو "یَذَّ کَّرُوْنَ" اور "تَتَنَزَّلُ" کو "تَنَزَّلُ" بھی پڑھ سکتے ہیں اور قرآن کریم میں ان افعال کی دونوں صورتیں مختلف جگہ وارد ہوئیں ہیں' مگر جہاں جو لفظ جس طرح آیا ہے وہاں اسی طرح لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی عبارت پر ایک معنی و مفہوم والے متبادل کلمات کا بیک وقت استعمال (تعداد قراءات) بذات خود کوئی خرابی نہیں بلکہ خوبی ہے اور یہ زبان کی قوت اتساع اور صاحب کلام کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے اور اسی لئے یہ چیز اعلیٰ ادبی نصوص کی ایک خصوصیت شمار ہوتی ہے ـــــ اور قرآن کریم کی حد تک تو یہی چیز (جسے ہم اختلاف قراءت کہتے ہیں) بلاغت کی انتہاء' ایجاز (قلت الفاظ مع کثرت معانی) کا جمال اور اعجاز کا کمال ہے کہ اتنے اختلافات و تنوعات کے باوجود کہیں معانی میں تضاد یا تناقض نہیں۔ بلکہ اس (اختلاف قراءات) کے بعض مزید لغوی اور شرعی منافع اور فوائد بھی ہیں جن کو کتب قراءات میں بیان کیا گیا ہے[۲۲]۔

رسم عثمانی کے اندر محدود اور بلحاظ روایت مستند قراءاتی اختلافات (جو سات یا دس مشہور قراءات پر مشتمل اور ان کی اصل ہیں) ہمیشہ سے اہل علم (قراء) کے مطالعہ و دراسات اور ان کے عملی اطلاقات اور شفوی (زبانی) تعلیمات کا موضوع رہے ہیں۔ بلکہ مختلف عوامل کی بنا پر بعض علاقوں میں بعض خاص قراء کی روایات قراءات زیادہ مقبول

اور رائج ہوئیں اور وہاں کے مصاحف بلحاظ رسم و ضبط اسی خاص (متداول) قراءت کی روایت کے مطابق لکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً تمام ایشیائی ممالک (اور افریقہ میں سے مصر میں روایت حفص (عن عاصم الکوفی) عام ہوئی۔ مغربی اور شمالی افریقہ میں ورش اور قالون (عن نافع المدنی) کی روایتوں کو پذیرائی ملی۔ سوڈان اور بعض دیگر علاقوں میں الدوری (عن ابی عمرو البصری) کی روایت کو فروغ حاصل ہوا ـــــ اور قلمی دور کے بعد آج کے دور طباعت میں بھی ان خطوں کے مصاحف وہاں کی رائج و متداول روایت قراءت کے مطابق ہیں۔

بلکہ قراءت و کتابت کلمات میں بھی ان مستند اختلافات و تنوعات کے علاوہ بعض دوسرے توقیفی (آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے) امور مثلاً اسماءِ سُوَر اور تعدادِ آیات میں بھی اختلاف موجود ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی سولہ کے قریب سورتوں کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ اسی طرح سورتوں کی آیات کی گنتی میں بھی بوجہ روایت اختلاف ہے ـــــ اور یہ تمام مختلف النوع مگر مستند اور معتد علیہ اختلافات اہل علم میں معروف ہیں۔ چنانچہ اگر کسی ایک مصحف (نسخہ قرآن) میں مثلاً ایک سورت کا نام "المومن" لکھا ہو اور کسی دوسرے علاقے کے مصحف میں اسی سورت کا نام "غافر" درج ہو یا دو مصاحف میں بعض سورتوں کی آیات کی گنتی میں فرق ہو' مثلاً کسی مصحف میں سورۃ البقرہ کی ایک آیت کا نمبر ۲۱۹ ہو جبکہ کسی دوسرے مصحف میں اسی آیت کا نمبر ۲۱۷ دیا گیا ہو ـــــ بلکہ اگر کسی ایک مصحف میں سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۳۵ (بلحاظ کوفی گنتی) میں کلمہ "منھا" (واحد مونث غائب ضمیر کے ساتھ) لکھا ہے جبکہ کسی دوسرے (علاقے کے) مصحف میں اسی آیت کا یہی لفظ بصورت "منھما" (تثنیہ غائب کی ضمیر کے ساتھ) لکھا ہو ـــــ یا مثلاً کسی ایک مصحف میں سورۃ الزخرف کی (بلحاظ کوفی گنتی) آیت نمبر ۴۱ میں لفظ "تشتھیہ" لکھا ہو جبکہ کسی (دوسری قراءت والے) مصحف میں اسی آیت کا یہی لفظ "تشتھی" (آخری ضمیر منصوب کے حذف کے ساتھ) لکھا ملے' تو کسی بھی اہل علم مسلمان کے لئے ایسے مسلمہ' معتبر اور متداول اختلافات کسی شک و شبہ تو کجا تعجب کا باعث بھی نہیں بن سکتے۔ البتہ کم علم مسلمانوں کو ایسے مواقع پر شاید کتابت کی غلطی کا

احساس ہو' یا پھر غیر مسلموں کے نام نہاد سکالرز ("اہلِ علم") کو ان اختلافات میں بھی فتنۂ تشکیک کے لئے کوئی کرن نظر آئے۔

اسی طرح جب کوئی اہل علم مسلمان تفسیر' ادب' لغت یا نحو کی کسی کتاب میں کسی کلمہ کے "یکے از قراءات" مذکور ہونا پڑھتا ہے جب کہ اس قراءت کا کسی بھی مصحف کے متن میں کہیں وجود نہیں ملتا تو اسے کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ تمام اہل علم مسلمان اس قسم کی غیر مستند (اور شاذ) قراءات کے وجود سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں حفظ و تحفیظ قرآن کے متعلق اور پھر اختلافات قراءات کی حقیقت اور کیفیت کے بارے میں قدرے مفصل بات (تمہیداً) اس لئے کی ہے کہ آگے چل کر ہم صلیبیوں اور صیہونیوں (مسیحیوں اور یہودیوں) کی قرآن دشمنی کے جن پہلوؤں کا ذکر کریں گے ان کا ان دو موضوعات سے گہرا تعلق ہے۔ یہ لوگ قرآن میں طعن و تشکیک کے بارے میں جو کچھ گرد و غبار اڑاتے ہیں اس میں حفاظت قرآن بذریعہ حفظ و استظہارِ قلب کا ذکر ہی گول کر جاتے ہیں اور کتابت قرآن کے احوال تک محدود رہتے ہیں اور اس میں بھی عموماً اپنی دینی کتابوں (اناجیل یا بائبل) کی (ابتدائی) صدیوں بعد ہونے والی تدوین و تکمیل پر ہی قیاس کرنے کے دائرے سے باہر نہیں نکل پاتے۔ اس کا سبب نیت کی خرابی' ہٹ دھرمی اور اندھا تعصب بھی ہو سکتا ہے۔ اور شاید اس میں اس حقیقت کا بھی دخل ہے کہ وہ لوگ دینی کتابوں کے بارے میں حفاظت متن کے لئے کتابت کے ساتھ ساتھ حفظ و تلاوت متن کے متواتر اور مسلسل عوامی عمل کی افادیت تو درکنار اس کے تصور سے بھی ناآشنا ہیں ـــــ جس کا ذاتی تجربہ راقم السطور کو پنجاب یونیورسٹی کے ایک انگریز مسیحی پروفیسر کے ساتھ بعض قرآنی آیات کے مطلوبہ تمام حوالے بغیر انڈیکس محض حافظہ کی مدد سے زبانی بتانے پر ہوا ـــــ اور اسی جہالت کی بنا پر ان لوگوں نے محرف مصاحف (نسخہ ہائے قرآن) تک شائع کر ڈالے' جس کا ابھی آگے ذکر آئے گا۔

[خیال رہے قرآن کریم تک تو براہ راست رسائی ابتداء ہی سے ہر مسلمان کے لئے صرف ممکن ہی نہیں بلکہ فرض عین تھی۔ جبکہ یہود و نصاریٰ میں بائبل یا اناجیل کا پڑھنا پڑھانا ایک اقل قلیل گروہ تک محدود تھا۔ اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ صلیبی اور صیہونی

قرآن پر بات کرتے وقت اپنے اس تاریک اور محدود ذہنی خول سے باہر نہیں نکل سکتے]۔

اسی طرح یہ لوگ ہماری ہی کتابوں سے ڈھونڈ کر غیر مستند قراءات کو ہمارے نام نہاد مغرب کے تعلیم یافتہ مگر اپنے علوم اور ثقافت سے نابلد لوگوں کے سامنے یوں پیش کرتے ہیں گویا کوئی نیا علمی انکشاف کر رہے ہیں جو مسلمانوں سے پوشیدہ چلا آتا ہے یا شاید انہوں نے اسے عمداً چھپا رکھا ہے۔ جیساکہ آرتھر جیفری نے کیا ہے جس کا آگے ذکر آرہا ہے۔

(جاری ہے)

حواشی

{۱} "Islam our choice" کی قسم کی کتابوں میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ ریاض سے نکلنے والے ماہنامہ "الفیصل" کے ہر ایک شمارے میں "الطریق الی اللہ" کے عنوان سے کسی ایک ایسے نومسلم --- مرد یا عورت --- کا واقعہ مذکور ہوتا ہے۔

{۲} سب سے پہلے جن اہل علم نے قرآن کے خلاف مختلف مطاعن اور شکوک و شبہات کے رد میں قلم اٹھایا ان میں نمایاں نام ابن قتیبہ (عبداللہ بن مسلم) الدینوری (ت ۲۷۶ھ) کا ہے۔ دیکھئے ان کی کتاب "تاویل مشکل القرآن" ص ۲۵-۶۵

{۳} دیکھئے الرافعی' اعجاز القرآن' ص ۱۶۱ تا ۱۶۸ اور مالک بن نبی الظاھرۃ القرآنیۃ' ص ۴۰

{۴} اس کے بعض نمونوں کا ذکر دکتور لبیب السعید نے اپنی کتاب "الجمع الصوتی الاول للقرآن" میں کیا ہے' دیکھئے کتاب مذکور' ص ۳۴۹ تا ۳۵۶

{۵} مثلاً دیکھئے الطبرسی تفسیر' مجمع البیان' ج ۱ ص ۳۰۔ عبداللہ دراز۔ المدخل الی القرآن' ص ۳۹-۴۰۔ لبیب السعید الجمع الصوتی الاول' ص ۳۵۴-۳۵۷

{۶} اس قسم کے مطاعن کی تفصیل اور ان کے رد کے لئے دیکھئے دکتور لبیب السعید کی "الجمع الصوتی الاول" ص ۳۲۵ تا ۳۵۷

{۷} دیکھئے الرافعی' اعجاز القرآن' ص ۴۲

{۸} دیکھئے عبداللہ دراز "المدخل الی القرآن" ص ۳۹-۴۰ اور معجم القراءات القرآنیۃ (احمد مختار و عبدالعال) ج ۱' ص ۴-۵

{۹} یاد رہے کہ قراءت (reading) خاموش بھی ہو سکتی ہے۔ مگر تلاوت (recitation) کا مطلب ہی اتنی اونچی آواز سے پڑھنا ہے جسے کم از کم پاس بیٹھا آدمی سن سکتا ہو اور یہ چیز تلفظ اور قراءت کی درستی کا کام بھی دے سکتی ہے۔

{۱۰} دیکھئے الزنجانی "تاریخ القرآن" ص ۳۵-۴۸' الطبرسی "معجم البیان" ج۱' ص ۳۱

{۱۱} اگرچہ بعض اعدائے اسلام نے ہمارے زمانے میں اس خباثت یا حماقت کی کوشش کی ہے جیسا کہ اس کا بھی آگے اسرائیلی صیہونی سازشوں کے بیان میں محرف نسخہ قرآن کی اشاعت کا ذکر آئے گا۔

{۱۲} جس کی ایک واضح مثال نمازوں میں روزانہ پڑھی جانے والی سورۃ -- الفاتحہ -- میں "مالک" اور "ملک" کی قراءت ہے۔

{۱۳} جیسا کہ ابن حجر نے تصریح کی ہے' دیکھئے' معجم القراءت' ج۱' ص۶۱ بحوالہ فتح الباری

{۱۴} دیکھئے الزنجانی' تاریخ القرآن' ص ۶۵-۶۸

{۱۵} معروف فرانسیسی مستشرق لوبلوا (leblois) نے اپنی کتاب "قرآن اور عبرانی تورات" (le Koran la Bible Hebriaque) میں مسلمانوں کے عہد ابی بکرؓ اور پھر عہد عثمانؓ میں وفات نبوی کے بعد بہت جلد قرآن جمع کر لینے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کونسا مسیحی یہ تمنا نہ کرے گا کہ کاش مسیحؑ کے (معاصر) تلامذہ بھی مسیحؑ کے فوراً بعد (اسی طرح) اس کی تعلیمات کو جمع اور مدون کرنے کا کام کر جاتے (دیکھئے عبداللہ دراز "المدخل الی القرآن" ص۲۶)

{۱۶} ان مشہور قراء کے نام مع نسبت و سن وفات یوں ہیں (۱) ابن عامر شامی ۱۱۸ھ' (۲) ابن کثیر مکی ۱۲۰ھ' (۳) عاصم کوفی ۱۲۸ھ' (۴) نافع مدنی ۱۶۹ھ' (۵) ابو عمرو بصری ۱۵۴ھ' (۶) حمزہ کوفی ۱۵۶ھ' (۷) الکسائی کوفی ۱۸۹ھ' (۸) ابو جعفر مدنی ۱۳۰ھ' (۹) یعقوب الحضرمی ۲۰۵ھ' اور (۱۰) خلف کوفی ۲۲۹ھ....

{۱۷} مثلاً دیکھئے الطبرسی' مجمع البیان' ج۱' ص ۲۳-۲۵' الزنجانی' تاریخ القرآن' ص ۸۰-۸۶ اور الخوئی "البیان" ص ۱۴۰-۱۶۰

{۱۸} دیکھئے الطبرسی' مجمع البیان' ج۱ ص ۳۰-۳۱ بحوالہ السید الشریف المرتضی

{۱۹} جن آیات میں یہ اختلافات واقع ہوئے ہیں ان کی اجمالی فہرست کے لئے دیکھئے ابن مجاہد کی "کتاب السبعہ" ص ۷۰۵ تا ۷۷۸ اور ابن مہران کی "الغایہ فی القراءات العشر" ص ۳۰۵-۳۴۷

{۲۰} دیکھئے' معجم القراءات القرآنیہ' آٹھویں جلد کے آخر پر

{۲۱} الابانہ للمکی' ص ۸۰

{۲۲} مثلاً دیکھئے "معجم القراءات القرآنیہ" ص ۱۲۳-۱۲۴' تقریب النشر لابن الجزری ص ۵۹-۶۱